پروفیسر خالدہ شبیر احمد

عورت، پردہ اور ہمارے جدید دانشور

عورت کے احترام اور تقدس کا جو معیار اسلام نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ اس کا لازمی تقاضا ہے کہ عورت کو پردہ میں رکھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کی حیثیت معاشرے میں متعین کرنے کے بعد اسلام نے پردہ کے احکام بھی نافذ کئے تاکہ عفت و عصمت کے تقاضوں کو اسلامی معاشرے میں بطریق احسن پورا کیا جاسکے۔ اسلام معاشرے کی طہارت اور پاکیزگی اور اس کے تقدس اور احترام پر بہت شدت کے ساتھ زور دیتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اسلامی معاشرے کی پوری عمارت ان ہی دو بنیادوں پر استوار ہے ایک پاکیزگی، دوسرے تنظیم تو اس میں کوئی مبالغہ کی بات نہیں۔ یہ اوصاف اس لئے بھی لازمی ہیں کہ ان کے نتیجہ میں ہی معاشرے میں امن برقرار رہ سکتا ہے۔ ذلت و رسوائی بے راہ روی کی طرف لے جاتی ہے اور بے راہ روی بدامنی کا پیش خیمہ ہے۔ بدامنی کے ماحول میں انسان اپنی ضروریات زندگی تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا چہ جائے کہ اس سے ملک یا معاشرے کے لیے کسی کارنامے کی توقع کی جائے۔

اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو پردہ اور عورت دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ مشاہدے اور مطالعے، تجربات و واقعات سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ پردہ عورت کا ایک فطری تقاضا اور ضرورت ہے۔ جس کو پورا کرنا انسانی قدروں پر قائم ہونے والے ہر معاشرے کا بنیادی فرض ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قبل از اسلام بعض غیر اسلامی معاشروں کے اندر بھی پردہ موجود تھا۔ خود ہندوستان کے اندر البیرونی کی کتاب کتاب الہند کے حوالے سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ ہندو عورتیں بھی پردہ کرتی تھیں۔ اسی طرح یونانی تہذیب و تمدن جب اپنی درست اور صحیح حالت میں تھا پردہ کا پابند اور قائل تھا۔ زنان خانے اور مردان خانے الگ الگ بنائے جاتے تھے۔ عورتیں عام آدمیوں کے سامنے نہیں آتی تھیں۔ اگر باہر نکلتیں تو چادر یا قبا اوڑھ کر نکلتی تھیں۔ مرد کسی کے گھر مہمان جاتے تو مردان خانے میں ٹھہرتے تھے۔

"عورت یونانی گھر کی ملکہ تھی۔ اس کے فرائض کا دائرہ گھر تک محدود تھا اور ان حدود میں وہ پوری طرح بااقتدار تھی، اس کی عصمت ایک قیمتی چیز تھی جس کو قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ شریف یونانیوں میں پردے کا رواج تھا۔ ان کے گھروں میں زنان خانے مردان خانوں سے الگ ہوتے تھے۔ ان کی عورتیں مخلوط محفلوں میں شریک نہ ہوتی تھیں۔ نہ منظر عام پر نمایاں کی جاتی تھیں نکاح کے ذریعے کسی ایک مرد سے وابستہ ہونا عورت کے لیے شرافت کا مرتبہ تھا۔ اور اس کی عزت تھی" ("پردہ" ابوالاعلیٰ مودودی ص ۱۵)

خداوند تعالیٰ نے جو عورت کا بھی خالق ہے عورت کے اسی فطری تقاضے کو پیش نظر رکھتے ہوئے پردے کے احکامات قرآن پاک میں نازل فرمائے،

"اے نبی مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت و عفت کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کا طریقہ ہے۔ یقیناً اللہ جانتے ہیں جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اور مومن عورتوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ سوائے اس زینت کے جو خود ظاہر ہوجائے (مراد یہاں ہاتھ اور چہرے سے ہے) اور اپنے سینے پر اوڑھنیوں کی بکل مارلیا کریں"

(سورۃ النور۔ ۳۰)

"اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر چادروں کے گھونگٹ ڈال لیا کریں

- اس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ پہچانی جائیں گی اور ان کو ستایا نہیں جائے گا" (سورۃ احزاب - ۵۹)
پردے کے ان واضح احکام کے ساتھ ہی اسلام نے بعض دوسرے احکامات کا اہتمام کیا جس سے پردے کا ماحول پیدا ہوتا ہے اور پردے کے احکامات کی حکمت واضح طور پر ابھرتی ہے پردے کے ان ذیلی احکامات کی بھی اتنی ہی پابندی اسلامی معاشرے کے اندر لازمی اور ضروری ہے جتنی بذات خود پردے کے احکامات کی کیونکہ اس وقت تک پردے کی حکمتوں سے کماحقہ، فائدہ حاصل نہیں ہوتا جب تک پردے کے ان متعلقات کو بھی ہم عملی طور پر نافذ نہیں کرتے ان میں سے سب سے پہلے "شرم وحیاء" کی تلقین ہے شرم وحیاء نیک سیرت انسان کی ایک ایسی صفت ہے جو اسے لغزش اور کوتاہی کے موقع پر سہارا دیتی ہے۔ یہ شرم وحیاء کا ہی اثر ہے کہ انسان خواہ وہ مرد ہو یا عورت اپنے جسم کے ان تمام حصوں کو پردے میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے جو جنسی میدان میں ہیجانی کیفیت برپا کرنے کی وجہ بنتے ہیں۔ دراصل ستر پوشی یا پردے کا خیال شرم وحیاء کے جذبے پر ہی استوار ہے۔ جہاں شرم وحیاء اپنی پوری تابانی کے ساتھ موجود ہے وہاں عریانی وفحاشی کی فضا قائم نہیں ہوسکتی اور جہاں شرم وحیاء کو تیاگ دیا گیا ہو، وہاں پردے کے اہتمام والصرام میں مشکل پیدا ہوتی ہے اس لئے جس طرح پردہ اور عورت لازم وملزوم ہیں ویسے ہی پردہ اور شرم وحیاء بھی لازم ملزوم ہیں۔ اس لئے اسلام نے شرم وحیاء کو اپنے ماننے والوں کے لئے ضروری اور لازمی قرار دیا ہے۔ اسلام نے شرم وحیاء کی مختلف انداز میں تلقین کی ہے خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شرم وحیاء کی تلقین فرمائی ہے۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک انصاری اپنے بھائی سے کہہ رہا ہے کہ زیادہ شرم نہ کیا کرو آپ نے سنا تو انصاری سے کہا کہ ایسا نہ کہو کیونکہ "حیاء جزو ایمان ہے"۔ چونکہ حیاء ایسی صفت کا نام ہے جو انسانوں کو ان تمام کاموں کے چھوڑنے پر ابھارتی ہے جو قبیح ہیں اس لئے ارشاد نبوی ہے "حیاء خیر کی موجب ہوتی ہے" شرم وحیاء انسانی زندگی میں سکون واطمینان پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی ہے اور ذہنی کرب اور دلی بے چینی کو روکتی ہے۔ اس کے علاوہ جس فرد کے افعال وکردار میں حیاء کا جذبہ موجود نہیں ہے اس کا ہر آن گمراہ ہونے کا خدشہ موجود رہتا ہے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
"شرم اٹھ جانے کے بعد جو جی میں آئے کرو"
شرم وحیاء کے بعد دوسری اہم بات جو پردے کے ماحول کے لئے ضروری ہے وہ "بدنگاہی پر پابندی اور قدغن ہے۔ "بدنظری" کو اسلام میں التباہئت بھی کہا گیا ہے۔ اسے معاشرے کے اندر فاشی وعریانی کا محرک قرار دیا گیا ہے۔ اسے نظروں کا زنا بھی کہا گیا۔ بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ نگاہیں شہوت کی قاصد اور پیغامبر ہیں۔ اس لئے اسلام نے قرآن کے ذریعے اعلان کر دیا۔
"ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ ذرا اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنے ستر کو بچائے رکھیں اس میں ان کے لئے پاکیزگی ہے اللہ تعالیٰ کو جو وہ کرتے ہیں خبر ہے" (سورۃ النور)
نگاہیں نیچی رکھو! یا نگاہیں پست رکھو! کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ لوگ ہر وقت نیچے ہی دیکھتے رہیں۔ بلکہ اس کا مطلب ہے کہ اس چیز سے پرہیز کرو جسے حدیث میں نظروں کا زنا کہا گیا ہے اجنبی عورتوں کے حسن سے محظوظ ہونا ان کی زینت سے لذت حاصل کرنا اور اسی طرح عورتوں کے لئے اجنبی مردوں کے حسن سے لطف اندوز ہونا بھی اسی دائرے میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت جریرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کروں؟ آپ نے کہا کہ "نظر پھیر لو۔ حضرت بریدہؓ کی روائت ہے کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو پہلی نظر تمہیں معاف ہے مگر دوسری نظر کی اجازت نہیں "اگر اچانک نادانستہ طور پر نگاہ عورت کی مرد پر یا مرد کی عورت پر پڑ جائے تو کوئی قباحت نہیں لیکن اس حدیث میں دوسری نگاہ سے منع فرمایا ہے اگر کوئی شخص دانستہ طور پر عورت کو شہوت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جو شخص کسی اجنبی

عورت کے محاسن پر شہوت کی نظر ڈالے گا۔ قیام کے روز اس کی آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ حضرت علیؓ سے روائت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنی مجلس میں فرمایا، عورتوں کے لئے کونسی چیز بہتر ہے؟ کسی نے جواب نہ دیا سب کے سب خاموش رہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس مجلس میں خود میں بھی تھا مجھ سے بھی کوئی جواب نہ بن پڑا۔ جب میں گھر آیا تو یہی سوال میں نے حضرت فاطمہؓ سے کر دیا کہ عورتوں کے لئے کونسی چیز بہتر ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے برجستہ جواب دیا "سب سے بہتر یہ ہے کہ مردوں کی نگاہ سے عورتیں محفوظ رہیں" حضرت علی اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور جا کر نبی اکرمؐ سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ چنانچہ آپ نے بھی اس پر مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ

" فاطمہؓ میرا ایک حصہ ہے" مسند احمد میں ایک روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

" کوئی مسلمان جب پہلی مرتبہ کسی عورت کی خوبصورتی دیکھے تو اپنی نگاہ پست کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کی عبادت میں شیرینی پیدا کرتا ہے"

اس ساری تفصیل سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ رب العالمین نے جو خود انسان کا خالق ہے اسے بہتر سمجھا کہ حفظ ماتقدم کے طور پر غلط نگاہی پر پابندی لگا دی جائے۔ یہی پابندی معاشرتی زندگی کا وہ انمول موتی ثابت ہوتا ہے جو معاشرے کے اندر شرم وحیاء کو روک کر اسے امن، سکھ اور چین کا گہوارہ بنا دیتا ہے۔ پردے کے ماحول میں پختگی پیدا کرنے کے لئے یا پردے کے ماحول کو برقرار رکھنے کے لئے جتنا نگاہ کو دخل ہے اور کسی چیز کو نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پردے کے متعلقہ تمام احکام جو اسلام نے جاری کئے ہیں اس میں عورتوں کو محض اپنے حسن کی نمائش کے لئے باہر نکلنے سے منع فرما دیا ہے تاکہ مردوں کو یہ شکایت نہ رہے،

سبھی ہم سے یہ کہتے ہیں کہ رکھ نیچی نظر اپنی
کوئی ان سے نہیں کہتا نہ نکلو یوں عیاں ہو کر

چنانچہ خداوند تعالیٰ سورہ احزاب میں عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

" اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور جاہلیت کے وقت میں دکھانے کا جو دستور تھا اس طرح دکھاتی نہ پھرو" (سورہ احزاب)

عرب معاشرے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہ رواج تھا کہ عورتیں بن سنور کر نکلتی تھیں وہ اپنے حسن کا مظاہرہ کرتیں، اپنے لباس، اپنی چال ڈھال، وضع قطع غرضیکہ ہر چیز کی نمائش مقصود ہوتی تھی۔ دوپٹہ اسطرح ڈالتی تھیں جس سے سینے کا ابھار مزید واضح ہو جاتا زیورات کی نمائش اور ان کی کاٹ فتنہ سامانیاں پیدا کرتی تھیں۔ اسلام نے ان تمام چیزوں پر پابندی عائد کر دی۔ امہات المومنینؓ (جن کے بارے میں ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی غلط بات تصور نہیں کر سکتا) تک کو گھروں میں بیٹھنے کی تلقین تھی۔ حکم تھا عورتیں ضرورتاً نکلیں اور بن سنور کر نہ نکلیں۔ بہت جلد اسلامی معاشرے میں اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ آج آپ اپنے معاشرے میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ہمارے معاشرے میں بھی اکثر و بیشتر عورتیں اس لئے باہر نکلتی ہیں کہ ان کے حسن، لباس، ان کی چال ڈھال، انکے ہار سنگھار، ان کی امارت اور ان کے ناز و نخرے کی نمائش ہو اور لوگ ان کے بارے میں باتیں کریں کہ فلاں کی کیا بات ہے۔ ورنہ ضرورتاً نکلنے والی عورتیں اس انداز سے باہر نکلتی ہیں کہ خود حیاء کو ان سے حیاء آتی ہے چہ جائیکہ کوئی انہیں غلط نگاہ سے دیکھے یہ فرق تو آج بھی واضح طور پر ہمارے سامنے ہے۔ پاک دامن اور مومن صفت عورتیں عام عورتوں سے ہٹ کر اپنے حسن کی نمائش کے لیے گھر سے نہیں نکلتیں۔ بلکہ ضرورتاً باہر آتی ہیں اور ان میں ایک انفرادیت ہوتی ہے ان کی نگاہیں نیچی ہوتی ہیں۔ سروں پر چادریں ہوتی ہیں اور نہ وہ وہاں جاتی ہیں جہاں مخلوط اجتماع ہوتا ہے۔ مثلاً وہ کلب گھروں، سینماؤں، اسمبلی ہال، تھیٹر، یونیورسٹی میں نہیں جاتیں چادریں ایسی اوڑھتی ہیں کہ جس سے جسم کی تراش خراش نظر نہیں آتی۔ زیورات پہن کر نہیں نکلتیں اور نہ ہی ہار سنگار کر کے باہر آتی ہیں۔ ان کی چال سے ان کی شرافت نمایاں ہوتی ہے۔ پاؤں زمین پر نہیں مارتیں تاکہ لوگ ان کی

طرف متوجہ نہ ہوں - غرضیکہ مومن صفت عورتیں اس طرح سے گھروں سے نکلتی ہیں کہ عام لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ شریف عورتیں ہیں اور کسی ضروری کام کی غرض سے باہر نکلی ہیں - تاکہ کوئی شرپسند ان سے تعرض نہ کرے حضرت ابن عباسؓ نے پردے والی اس آیت کی تفسیر میں اسی بات کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے - فرماتے ہیں

"اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت سے باہر نکلیں تو سر کے اوپر سے اپنی چادروں کے دامن لٹکا کر اپنے چہروں کو ڈھانک لیا کریں"

علامہ ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر اسطرح سے کرتے ہیں -

"یہ آئت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جوان عورتوں کو اجنبیوں سے چہرہ چھپانے کا حکم ہے - اور انہیں گھر سے نکلتے وقت پردہ داری اور عفت مآبی کا اظہار کرنا چاہیئے تاکہ بدنیت لوگ ان کے حق میں طمع نہ کرسکیں -"

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کے پس منظر اور اس کے مفہوم و معنی کو اس طرح سے پیش کیا ہے

"جاہلیت کے دور میں اشراف کی عورتیں اور لونڈیاں سب کھلی پھرتی تھیں - اور بدکار لوگ ان کا پیچھا کیا کرتے تھے - اللہ تعالیٰ نے شریف عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اوپر چادر ڈال لیں - تاکہ ان کا مخصوص لباس ان کی پہچان بن جائے کہ وہ شریف عورتیں ہیں اور ان کا پیچھا نہ کیا جائے - دوسرے یہ کہ اس سے یہ معلوم ہوجائے گا کہ وہ بدکار نہیں ہیں اور ان کا پیچھا نہ کیا جائے"

ان فقہا اور علماء کی تفسیر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس دور میں بھی آوارہ مزاج عورتیں اپنے حسن کی نمائش کے لئے کھلے بندوں باہر نکلتی تھیں اور بدکار مرد ان کے پیچھے پڑجاتے تھے - آج بھی یہی صورت ہے - اس وقت بھی اسلام نے یہی علاج مناسب سمجھا کہ شریف عورت گھر سے بوقت ضرورت نکلے اور نکلنے کا انداز شریفانہ ہو - چادر اوڑھ کر نکلیں چہرہ چھپا ہوا ہو اور جسم کے خدوخال چادر کے اندر چھپے ہوئے ہوں - اور آج بھی اس فعل بد کو روکنے کا یہی اسلامی والہامی طریقہ ہے -

دوسری بات جو فقہا کی ان تفسیروں سے واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے دور سے لیکر آٹھویں صدی تک ہر دور اور ہر زمانے میں پردے کی آیات کا یہی مفہوم رہا ہے کہ مسلمان عورتیں اپنے چہرے پر نقاب ڈالیں - چنانچہ بعض شواہد سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہی نقاب چہرے پر ڈالا جاتا تھا - اور کھلے چہرے کا رواج ختم ہوگیا تھا -

عورتیں جب بھی ضرورت کے تحت باہر نکلیں انہیں ان آداب کو پیش نظر رکھنا چاہیئے جو اسلام نے ان کے لئے مقرر کئے ہیں - انہی آداب یا قواعد و ضوابط میں ایک یہ بھی ہے کہ عورت خوشبو لگا کر باہر نہیں نکل سکتی - حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک عورت کی ملاقات ہوئی جس نے خوشبو لگا رکھی تھی حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا کہ کیا مسجد سے آرہی ہو؟ (عورتوں کو مسجد جاکر نماز پڑھنے کی اجازت ہے) عورت نے کہا کہ ہاں ابو ہریرہؓ نے پوچھا لیکن تم نے تو خوشبو لگا رکھی ہے اس نے کہا کہ ہاں میں نے خوشبو لگا رکھی ہے اس پر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو عورت خوشبو لگا کر مسجد آتی ہے اس کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا - اب اگر خوشبو لگا کر عورت مسجد میں نماز پڑھنے نہیں جاسکتی تو پھر عام ضرورت کے تحت خوشبو لگا کر بازار کیسے جاسکتی ہے؟ دوسرے عورتوں کے لئے لازم ہے کہ وہ صدر راستوں سے گریز کریں - جہاں مردوں کا رش ہو وہاں سے گذرنے سے اجتناب برتیں دیوار کے ساتھ ساتھ ایک طرف ہو کر گذریں - تاکہ مردوں سے ان کا ٹکراؤ نہ ہو - باہر نکل کر کسی اجنبی مرد سے بات کرنا پڑجائے تو اس میں لوچ نہ ہو کسی مرد کو علیحدگی میں نہ ملیں اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو بھی منع فرمادیا - تنہا سفر عورت کے لئے ممنوع فرمادیا گیا - زندگی میں سفر کی ضرورت پیش آئے تو اسلام سفر میں بھی عورت کی عصمت و عفت کا سامان مہیا کرتا ہے - چنانچہ قانون یہی ہے کہ کوئی مومن صفت عورت اپنے محرم کے بغیر سفر کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی - حج جو اسلام کی

ایک اہم عبادت ہے اس کی ادائیگی کے لئے سفر صاحب ثروت عورت پر بھی اسی طرح سے فرض ہے جس طرح مرد پر لیکن عورت کے لئے اسلام نے کہا کہ وہ اپنے محرم کو ساتھ لے کر سفر کو چلے۔ چہ جائیکہ عام سفر محرم کے بغیر ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

"مومنہ عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ بغیر محرم کو ساتھ لئے ایک دن اور ایک رات کی مسافت میں تنہا سفر کرے

(ریاض الصالحین باب تحریم اسفر المرۃ وحدہ)

ایک مرتبہ ایک صحابی کی بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ارشاد فرمایا۔

"کوئی مرد کسی ایسی عورت سے نہ ملے جس کا محرم اس کے ساتھ نہ ہو اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میری بیوی حج کو جا رہی ہے اور میں نے غزوہ میں شرکت کا ارادہ کر لیا ہے آپ نے فرمایا کہ تو اپنی بیوی کے ہمراہ حج کے لیے جا"

(ریاض الصالحین ص ۱۷۸

(یہی وہ حدیث ہے جس پر ہماری قومی اسمبلی ایک ہنگامہ برپا ہوا۔۔۔۔ نوبت بایں جا رسید! حدیث پر احتجاج ہوا جس کی ذمہ داری جن پر عائد ہوتی ہے وہ یہاں نہیں تو قیامت کے روز خدا کے سامنے جواب دہ ہیں۔

ان حقائق کو پیش نظر رکھ کر بتائیں کہ یہ قواعد و ضوابط عورت کی عصمت، اس کے تقدس اور اس کے احترام کو محفوظ رکھنے کے لئے ہیں یا کہ عورت کو مقید اور غلام بنانے کے لئے۔ ان احکامات سے یہ تاثر کہاں ملتا ہے کہ اسلام نے عورت کو مقید کر دیا ہے۔ عورت کی ترقی میں اسلام حائل ہے۔ اگر ترقی سے مراد عریانی، عیاشی یا فحاشی ہے تو یقیناً اسلام اس راہ کی ایک عظیم رکاوٹ ہے کیونکہ اسلامی معاشرہ اس فحاشی کا متحمل ہی نہیں ہوسکتا۔ جس میں عورت مرد کے ہاتھ میں محض ایک کھلونا بن جائے جس سے وہ جب تک چاہے کھیلتا رہے اور جب چاہے اس کو توڑ دے۔ کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام عورت اور مرد کے درمیان مساوات کا قائل نہیں ہے۔ یا یہ کہ اسلام نے مرد کو اتنے اختیارات دے دیئے ہیں کہ عورت مرد کی غلام ہو کر رہ گئی ہے۔ یہ سب بے معنی اعتراضات ہیں جن کا حقیقت کے ساتھ کوئی سروکار نہیں اور جو عموماً غیر مسلم محققین یا مستشرقین کی جانب سے اسلام پر کئے جاتے ہیں جو محض ایک بے ہودہ اور لغو پراپوگنڈہ ہے۔ خلاف اسلام طاقتوں کی جانب سے اس پراپوگنڈہ ہے کی غرض و غائت تو سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن خود ہمارے مسلمان جدید دانش ور جب اس پراپوگنڈے کا شکار ہو کر وہی راگ الاپنا شروع کر دیتے ہیں جو غیر مسلم دانشوروں کا شعار ہے تو ہمیں دکھ ہوتا ہے۔ کہ یہ کیا انداز فکر ہے؟ اسلام نے کہاں عورت پر ظلم و زیادتی کی ہے۔ کہاں اس کا حق مارا گیا ہے؟ کیا عورت کے تقدس و احترام کا تحفظ کرنا عورتوں کو مقید کر دینے کے مترادف ہے۔ جو کچھ امریکی یا یورپی معاشرے کے اندر ہو رہا ہے کیا اس سے عورت کے احترام میں اضافہ ہوا ہے کیا عورت کی نجی زندگی وہاں پر پرسکون ہے یا اضطراب کا شکار؟ کیا اس آزادی کے غلط تصور نے وہاں پر عورتوں کے استحصال کے تمام دروازے بند کر دیئے ہیں یا یہ استحصال ہو رہا ہے؟ آزادی کا کوئی تصور پابندی کے بغیر مکمل نہیں ہے۔ آزادی کے دو پہلو ہیں۔ مثبت اور منفی جب تک یہ دونوں پہلو ساتھ ساتھ نہیں چلتے اس وقت تک آزادی کا صحیح تصور ابھر کر سامنے نہیں آسکتا اور نہ اس سے آپ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہر حق میں ایک فرض پوشیدہ ہے حق سے فائدہ اٹھانے کا حق صرف اس فرد کو ہے جو اس پوشیدہ فرض کو ادا کرنے کی ذمہ داری پوری کرتا ہے۔ لوگوں نے آزادی کے غلط مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کے خلاف پراپوگنڈہ مہم شروع کر رکھی ہے اور اس مہم میں جہاں غیر مسلم دانش ور سرگرم عمل ہیں وہاں ہمارے مسلمان دانش ور بھی ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے دانستہ یا نادانستہ طور پر خلاف اسلام طاقتوں کی سازش کا شکار ہیں۔

جدید حالات کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ اسلام کے بنیادی اور طے شدہ احکامات کو منسوخ یا معطل کر دیا جائے۔ بلکہ اگر آپ کوشش کریں تو یہ کوئی ناممکن بات نہیں کہ شرعی حدود و قیود کے اندر رہ کر عورت سے ملک کی ترقی و خوشحالی کے لئے کام لیا جائے۔ اس بات کا جواز نہیں ہے کہ حالات تبدیل ہو چکے ہیں لہذا پردے کے احکامات کو مؤخر یا پس پشت ڈال دیا جائے۔ حالات کا تقاضا ہے کہ عورت اپنی پوری رعنائی کے ساتھ مرد کے شانہ بشانہ کام کرے۔ دلیل یہ ہے کہ ہر غیر مسلم معاشرے کے اندر اسی طرح ہو رہا ہے۔ اس لئے پاکستانی معاشرے میں بھی اسی طرح ہونا چاہئے غیر مسلم ہمارے لئے نہ معیار ہیں اور نہ ہی حجت۔ یہ دلائل پردے کے احکامات کو تبدیل یا منسوخ کردینے کا جواز نہیں اس طرح تو پورے دین کی شکل و صورت ہی تبدیل ہو کر رہ جائے گی۔ کہا جاسکتا ہے زندگی تیز ہو گئی ہے مصروفیات میں اضافہ ہو چکا ہے اس لئے پانچ نمازوں کی بجائے دو نمازوں سے ہی کام چلایا جائے۔ حالات کا تقاضا ہے کہ رمضان شریف کے ۳۰ روزوں کی بجائے ۱۵ روزے رکھے جائیں کیونکہ روزوں سے انسان کی فعالیت پر اثر پڑتا ہے۔ یہ یہ انداز فکر وہی ہے جس کا جواب آج سے چودہ سو برس پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف اقدام کر کے دیا تھا۔ کہ حالات خواہ کچھ ہوں میں زکوٰۃ وصول کروں گا۔ حالات کا بہانہ بنا کر فرائض سے غفلت اختیار نہیں کی جاسکتی۔ اور نہ ہی اس غلط کام کا نام "اجتہاد" ہے "اجتہاد" ان معاملات پر ہوتا ہے جن کے بارے میں اسلام میں واضح احکامات موجود نہ ہوں۔ پردے کے احکامات قرآن و حدیث کی روشنی میں بالکل واضح ہیں۔ اس لئے اس بات کی گنجائش موجود نہیں ہے کہ حالات کا بہانہ بنا کر ان کو منسوخ کر دیا جائے یا ایسے حالات پیدا کر دیئے جائیں کہ جن میں رفتہ رفتہ پردے کا مفہوم یکسر تبدیل ہو کر رہ جائے، اور اخلاقی بے راہ روی بے لگام ہو کر معاشرے کے اندر فتنہ فساد کا باعث بن جائے۔ اسلام کی نظر میں عصمت، عفت، نیکی، شرافت، پارسائی عبادت اور پاکیزگی کی اہمیت ہے اور اچھے اخلاق و اعمال دین و دنیا کی بہت بڑی دولت ہیں اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ دنیا کا امن و سکون ختم ہو کر رہ جائے گا اگر آپ نے حالات کا بہانہ بنا کر عصمت و عفت کے قوانین کو تبدیل کر دیا تو تقدس و احترام کی مٹی پلید ہو کر رہ جائے گی۔ دنیا کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ ایک قوم کی تباہی اور بربادی میں اس قوم کے اخلاق و اعمال کی پستی کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ وہ معاشرہ بہت جلد ذلت و رسوائی کا شکار ہوتا ہے جس کے اندر عصمت و عفت، طہارت پاکیزگی کے لئے کوئی استوار قوانین موجود نہیں ہوتے۔ ہر بدی اور ہر برائی کا آغاز معمولی نوعیت کا ہوتا ہے اگر اس کو روکا نہ جائے تو یہی بدی بڑھ کر بربادی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اسلام نے عورت کی قدم قدم پر رہنمائی اس لئے کی ہے کہ نظام تمدن قائم رہے۔ اور مرد اور عورت دونوں اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے اپنے فرائض منصبی سر انجام دے سکیں، شریعت نے جو پابندیاں بھی مرد و زن پر عائد کی ہیں وہ اس کی بہتری کے لئے ہیں جہاں بھی شریعت اسلامی کی بتائی ہوئی راہ کے خلاف عورت اور مرد کا اختلاط ہوتا ہے وہیں فتنے پیدا ہوئے ہیں۔ مولانا ماہر القادری نے ایک جگہ پر کیا خوب تجزیہ پیش کیا ہے۔

"ذوق بے حجابی اور شوق تبرج صرف چہرے کی بے نقابی پر قناعت نہیں کرتا پہلے نقاب اٹھاتی ہے پھر جھکی ہوئی نگاہیں آہستہ آہستہ بلند ہوتی ہیں پھر لباس میں تخفیف ہونا شروع ہوتی ہے۔ پھر آرائش اور بناؤ سنوار میں یہ جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ کہ لوگ دیکھیں اور شوق و قدردانی کی نگاہ سے دیکھیں۔ ہوتا کیوں، بے اعتدالیوں اور برائیوں کا یہ سلسلہ شاخ در شاخ ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جو عورت پہلی بار چہرے کو بے نقاب کرتے ہوئے پسینہ پسینہ ہو گئی تھی وہ آگے چل کر کلب گھروں میں غیر مردوں سے بغل گیر ہو کر ناچتی اور تھرکتی ہے"

ہمارے جدید دانشور عورت کو آزادی سے ہمکنار کر کے اس کو قدر و منزلت کے کونسے مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ یورپی معاشرے کو چھوڑیئے آپ اپنے معاشرے کے اندر کیا عورت ذلت و رسوائی کے چوراہے پر نہیں کھڑی؟ سوچئے، فکر کیجئے اس طرح ہم عورت کے مقام اور مرتبہ میں اضافہ کر کے اسے اس تقدس سے ہمکنار کر رہے ہیں جس کا معیار اسلام ہمارے

سامنے پیش کرتا ہے یا پھر آپ روم اور یونان کے اس قدیم معاشرے کی طرف رواں دواں ہیں جس کا ذکر میں نے اپنے مضمون کے ابتدائی حصے میں کیا ہے۔ کیا آپ آزادی نسواں کی بات کر کے عورت کی ہمدردی میں رطب اللسان ہیں یا اس کی تباہی و بربادی کی طرف رواں دواں یورپی معاشرے کی ظاہری چکا چوند شاید حقیقت نہ ہو بلکہ حقیقت آپ کو انگلستان کے اندر عدالتی مقدمات میں ملے جہاں سب سے زیادہ مقدمے میاں بیوی کی نجی زندگی کی بے چینی و اضطراب کی چغلی کھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جس معاشرے میں چند لمحوں کے لئے بجلی بند ہوجائے تو ہزاروں عورتیں حاملہ ہوجاتی ہوں، مسلمانوں کا " آئیڈیل " معاشرہ نہیں کہلاسکتا اور نہ ہی یہ آزادی یا ارتقاء کا کوئی معیار ہے۔ بلکہ یہ ہی حقیقی پستی، حقیقی رسوائی اور حقیقی ذلت ہے۔ اسلامی معاشرے کے اندر تو ایک عورت زیورات سے لدی پھندی ریاست کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک تنہا سفر کرتا لیکن کوئی اسے نظر اٹھا نہیں دیکھتا۔ یہ ترقی کا معیار ہے اور اسی کا نام ارتقاء ہے ارتقاء ہمیشہ اوپر کی جانب ہوتا ہے نیچے کی جانب نہیں ہوتا۔ ثریا اور ثریٰ میں فرق ہے جو ہمارے جدید دانش وروں کی نظر سے اوجھل رہتا ہے۔ مسلمانوں کا آئیڈیل معاشرہ تو وہ ہوسکتا ہے جہاں ایمانی صفات کے لوگ پیدا ہوں۔ ایثار و قربانی جن کا شیوہ ہو اور حق بات کہنا فطرت۔ نیکی سے محبت اور برائی سے جنہیں نفرت ہو۔ اگر ایک عورت ایک معاشرے کے اندر چار ایسے بچوں کو جنم دیکر ان میں یہ صفات پیدا کر دیتی ہے تو میرے خیال میں یہ عورت پائلٹ اگر نہ بھی بنے تو بھی معاشرے پر اس کا احسان ہے اس عورت سے اور آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر عورت اپنے بچوں کو اخلاقی تربیت اس طرح کر دیتی ہے کہ انہیں نیکی سے لگاؤ پیدا ہوجاتا ہے اور وہ بچے پورے معاشرے کےلئے باعث رحمت ثابت ہوتے ہیں تو ہمارے خیال کے مطابق عورت نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ عورت صنف نازک ہے خدا کی ایک پیچیدہ تخلیق کہ جب تک ازواجی زندگی کا بائیکاٹ نہ کر دے درس و تدریس جیسی ذمہ داریوں سے انصاف نہیں برت سکتی چہ جائیکہ عورت سے کسی عظیم دنیاوی کارنامے کی توقع رکھی جائے۔ جو عورتیں تاریخ کے صفحات میں اپنے سیاسی کارناموں کی وجہ سے مشہور ہیں ان کا اگر تجزیہ کریں تو ننانوے فی صد عورتیں ایسی ہیں جن کی کوئی ازواجی زندگی نہیں۔ اس لئے ہمارے جدید دانش وروں کا یہ وہم ہے کہ عورت جب تک گھر سے نکل کر مردوں کے شانہ بشانہ کام نہیں کرتی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ بلکہ اس کے برعکس عورت جب تک ہمارے بچوں کی صحیح اخلاقی تربیت نہیں کرتی اس وقت ہمارا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ جدید مسائل میں ایک بڑا ہاتھ ان لوگوں کی خباثت طبع کا ہے جن کی اخلاقی تربیت صحیح بنیادوں پر نہیں ہوسکی۔ یہ اخلاقی تربیت اس وقت تک ناممکن ہے جب تک عورت کی توجہ کا مرکز اس کا اپنا گھر نہیں ہوجاتا۔ یہ بات ہماری نہیں بلکہ خدا اور اس کے رسول کی بات ہے جس کی ترجمانی اس دور میں ہم کر رہے ہیں۔ عورت جس کی تخلیق ہے اور جو خالق ہے وہی بہتر جانتا ہے کہ عورت کو کن لائنوں پر چلانا ہے اور اس سے کام کیا لینا ہے۔

نقاب سے نفرت محض مغربی معاشرے کی نقالی ہے۔ یہ درست ہے کہ نقاب فرنگی تہذیب پر گراں گذرتا ہے اور اس نے پردے کو تنزل کا نشاں بھی قرار دیا ہے۔ لیکن یہ بات ہمارے لئے پریشانی کا باعث ہرگز نہیں ہے۔ ہمارے لئے خدا اور اس کے رسول کے احکامات سے رو گردانی پریشانی کا باعث ہے۔ جس بات کو قرآن نے مسلمانوں کےلئے لازم قرار دے دیا ہے اور جسے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود معاشرے کے اندر رائج کیا ہے اس سے انحراف ذلت و رسوائی نہیں تو پھر ہمارا ایمان ناقص ہے۔ اگر دینی اقدار سے غداری کا نام ترقی ہے تو معاف کرنا یہ بغاوت کبھی حقیقی ترقی میں تبدیل نہیں ہوگی۔ آپ نے پچھلے کئی برسوں میں اس کا تجربہ کر لیا ہے اور آئندہ بھی یہ تجربات ہمارے سامنے ہیں۔ وحی الٰہی ہمارے لئے حجت ہے اور وحی الٰہی جسے اعزاز و تکریم تقدس و احترام کی دلیل قرار دیتی ہے۔ اسے مغربی ماحول یا مغربی معاشرہ اگر " شرم کا داغ " قرار بھی دے تو ہماری بلا سے جناب مولانا ابو اعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب " پردہ میں ایسے ہی مسلمان جدید دانشوروں کے بارے میں صحیح لکھا ہے "

اپ ہیں ترقی کے خواہشمند آپ کو درکار ہے تہذیب، آپ کے لئے وہ مذہب کیسے قابل اتباع ہوسکتا ہے جو خواتین کو شمع انجمن بننے سے روکتا ہے حیاء اور پردہ داری عفت مابی کی تعلیم دیتا ہے۔ بھلا ایسے مذہب میں ترقی کہاں، ایسے مذہب کو تہذیب سے کیا واسطہ؟ ترقی اور تہذیب کے لئے تو ضروری ہے کہ عورت۔۔۔۔ نہیں لیڈی صاحبہ باہر نکلنے سے پہلے دو گھنٹے تک اپنے تمام مشاغل سے دست کش ہو کر صرف اپنی تزئین و آرائش میں مشغول ہو جائیں، تمام جسم کو معطر کریں، رنگ و وضع کی مناسبت سے انتہا درجہ کا جاذبِ نظر لباس زیب تن فرمائیں، مختلف قسم کے غازوں سے چہرے اور باہوں کی تنویر بڑھائیں، ہونٹوں کو لپ سٹک سے مزیں کریں۔ کمانِ ابرو کو درست اور آنکھوں کو تیر اندازی کے لئے چست کرلیں۔ اور ان سب کرشموں سے مسلح ہو کر گھر سے نکلیں تو شان یہ ہو کہ ہر کرشمہ دامنِ دل کھینچ کھینچ کر "جا اینجا است" کی صدا لگا رہا ہو"

آگے چل کر تحریر کرتے ہیں

"جیسا کہ ہم بار بار کہہ چکے ہیں اسلام اور مغربی تہذیب کے مقاصد میں بعد المشرقین ہے اور وہ شخص سخت غلطی کرتا ہے جو فطری نقطہ نظر سے اسلامی احکام کی تعبیر کرتا ہے۔ مغرب میں اشیاء کی قدر و قیمت کا جو معیار ہے۔ اسلام کا معیار اس سے بالکل مختلف ہے۔ مغرب جن چیزوں کو نہایت اہم اور مقصود حیات سمجھتا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں ان کی کوئی اہمیت نہیں اور اسلام جن چیزوں کو اہمیت دیتا ہے مغرب کی نگاہ میں وہ بالکل بے قیمت ہیں۔ اب جو مغربی معیار کا قائل ہے اس کو تو اسلام کی ہر چیز قابل ترمیم ہی نظر آئے گی۔ وہ اسلامی احکام کی تعبیر کرنے بیٹھے گا تو ان کی تحریف کر ڈالے گا۔ اور تحریف کے بعد بھی ان کو اپنی زندگی میں کسی طرح نصب نہ کرسکے گا۔ کیونکہ قدم قدم پر قرآن اور سنت کی تصریحات اس کی مزاحمت کریں گی ایسے شخص کو عملی طریقوں کے جزئیات پر نظر ڈالنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ جن مقاصد کے لئے ان طریقوں کو اختیار کیا گیا ہے وہ خود کہاں تک قابل قبول ہیں۔ اگر وہ مقاصد سے ہی اتفاق نہیں رکھتا تو حصول مقاصد کے طریقوں پر بحث کرنے اور ان کو مسخ و محرف کرنے کی فضول زحمت کیوں اٹھائے؟ کیوں نہ اس مذہب کو ہی چھوڑ دے جس کے مقاصد کو وہ غلط سمجھتا ہے۔ اور اگر اسے مقاصد سے اتفاق ہے تو بحث صرف اس میں رہ جاتی ہے کہ ان مقاصد کے لئے جو عملی طریقے تجویز کئے گئے ہیں وہ مناسب ہیں یا نامناسب۔ اور اس بحث کو بآسانی طے کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ طریقہ صرف شریعت کے لوگ ہی اختیار کرسکتے ہیں۔ رہے منافقین تو وہ خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوقات میں سب سے ارذل مخلوق ہیں۔ ان کو یہی زیب دیتا ہے کہ دعویٰ ایک چیز پر اعتقاد رکھنے کا کریں اور در حقیقت اعتقاد دوسری چیز پر رکھیں"

اظہارِ تعزیت

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ؕ

مجلس احرارِ اسلام چیچا وطنی کے بزرگ راہنما محترم جناب شیخ عبدالغنی صاحب کی والدہ ماجدہ اور شیخ عبدالواحد، عبدالاحد، اور عبدالماجد کی دادی صاحبہ گذشتہ دنوں چیچا وطنی میں انتقال فرماگئیں! تمام اراکینِ ادارہ محترم شیخ صاحب اور مرحومہ کے دیگر لواحقین سے دلی اظہارِ تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور مغفرت فرمائے (آمین)

مجلس احرارِ اسلام تلہ گنگ ضلع چکوال کے بزرگ رہنما مولانا حافظ عبدالرحمٰن گذشتہ دنوں وفات پا گئے۔ آپ قیامِ پاکستان سے قبل مجلس احرارِ اسلام سے وابستہ ہوئے، حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ سے بے پناہ محبت

(بقیہ صـ۵۵ پر)